جدید نظم: ایک جائزہ

نرگس بانو

Nargis Bano

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

ڈاکٹر میمونہ سبحانی

Dr. Memoona Subhani

Assistant Professor, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

Word innovation has vast meaning. Innovative is not truly innovative, but it is derived from the vastness of past which not only make our eyes squint but also provides us present and future. Modern poem of Urdu proved itself in the first half of 20th century. And due to it, new innovative moderity took its birth in Urdu poetry. Modern poetry is totally different from other forms. In it, there is no compulsion of topic and form. It is different from others due to its way of expression and tradition. Its main feature is interiority. Modern poetry is defined vastly by many people . Poets have used their internal experiences of life as examples. Poets uses modern poetry to express its cultural values and artistic expression.

ہماری پرانی نظم کی مثال ایک حکایت کی سی ہے جس میں کوئی ایک واقعہ ابتدا سے انتہا تک، خطِ مستقیم میں چلتا جاتا ہے۔ پڑھنے والا آسانی سے انجام تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے برعکس جدید نظم کی مثال جدید ناول یا افسانہ کی ہے۔ اس میں پیچ در پیچ سلسلہ چلتا ہے۔ کردار کا ذہنی عمل زبان ومکان کے منطقی تسلسل کو توڑتا ہوا برابر آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے۔ ان نئی نظموں میں علامت نگاری کا انداز بھی مختلف ہے۔ سید صفی مرتضیٰ لکھتے ہیں:

''نظم کے ساتھ جب جدید کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مطلب
وہ شاعرانہ تخیل ہوتی ہے جو مسلسل اور مربوط ہو اور جس کے اندر
صرف ایک خیال پیش کیا گیا ہو۔''(۱)

جدید نظم کی تحریک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے ایک نہیں کئی ایک عوامل سرگرمِ عمل تھے لیکن سب کا مقصد قوم کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا تھا، عقیل احمد صدیقی لکھتے ہیں:

''اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد
جس نئی صورت حال سے مسلم قوم دو چار ہوئی، اس میں ان بزرگوں
نے جو فیصلے کیے، ان میں انتہا پسندی کا شکار ضرور ہوئے، لیکن ان
میں خلوص اور دردمندی تھی، وہ نئی بیداری چاہتے تھے اور اس مقصد
کے لیے ان حضرات نے ادب کو بھی تعمیری رخ دینے کی کوشش کی
جس کے سبب جدید نظم نگاری کی بنیاد پڑی۔''(۲)

نظم جدید کی ایک صورت ایسی ہے جس میں مصرعے برابر ہوتے ہیں۔ قافیے سے بھی حسبِ ضرورت کام لیا جاتا ہے لیکن قافیوں کا استعمال کسی روایتی نظام کے تحت نہیں ہوتا۔ معانی کے مؤثر ابلاغ پر زور دیا جاتا ہے، قافیے پر اسرار نہیں کیا جاتا۔ فیض احمد فیض کی نظم ''تنہائی''، نظم جدید کی ایک عمدہ مثال ہے۔ نظم ملاحظہ ہو:

پھر کوئی آیا ہے دلِ زار نہیں کوئی نہیں
راہرو ہوگا کہیں اور چلا جائے گا
ڈھل چکی رات بکھرنے لگا تاروں کا غبار
لڑکھڑانے لگے ایوانوں میں خوابیدہ چراغ
سو گئی رات تک تک کے ہر اک رہگزار
اجنبی خاک نے دھندلا دیے قدموں کے سراغ
گل کرو شمعیں بڑھا دو مئے و مینا و ایاغ
اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کر لو
اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا

آج کی نظم کا ہر شاعر اپنی اٹھان میں الگ ہے۔ اسی اُپچ سے اس کا اسلوب متعین ہو رہا ہے ۔الفاظ میں نئی معنویت ڈالی جارہی ہے۔ اظہار کے لیے آج کی نظم نئے استعاروں نئے پیکر تراشی کی سمت رواں ہے۔ سب کے اپنے اپنے مشاہدے، تجربے، نئے انداز کے ساتھ سامنے آ رہے ہیں۔ احمد صفیر صدیقی لکھتے ہیں:

''گزشتہ کئی برسوں میں نظم جس سج دھج کے ساتھ سامنے آئی ہے۔
وہ اپنے طرزِ احساس اور طرزِ فکر میں ہی جدید نہیں بلکہ دنیا بھر میں کی
جانے والی شاعری کے بھی بہت سے رنگ اپنے اندر سموئے ہوئے
ہے۔''(۳)

آج کی نظم کرۂ ارض کے تمام انسانوں کی سوچ کی زد میں ہے۔ ہر زمانہ، ہر عرصہ فنونِ لطیفہ میں اپنی نمائندگی چاہتا ہے۔ ریاض احمد لکھتے ہیں:

''جدید نظم کی کامیاب صورتیں بعض اوقات نظم کی بہ نسبت غزل
سے قریب تر محبوس ہونے لگتی ہیں۔''(۴)

جدید اردو نظم بھی مختلف انسانی جزیروں میں سے ایک سرسبز جزیرہ ہے۔ بعض اوقات اس کی کامیاب صورتیں نظم کی نسبت غزل کے زیادہ قریب تر محسوس ہونے لگتی ہیں۔ ریاض احمد لکھتے ہیں:

''جدید نظم کی امتیازی خصوصیت اس کا تمثیلی انداز ہے۔''(۵)

نظم قدیم تمام قدیم اصنافِ سخن سے مختلف چیز ہے۔ یہ ایک الگ اور جدید صنف شاعری ہے۔ اس میں موضوع یا ہیئت کی کوئی قید نہیں۔ اپنے طرزِ بیان اور علامتی انداز کے سبب یہ دوسری اصناف سے مختلف ہے۔ اس کی نمایاں صفت اس کی داخلیت ہے۔ اس کا موضوع بہت وسیع ہے۔ مختلف لوگوں نے مختلف انداز میں اس کی تعریف کی ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے پابند نظم، معریٰ نظم، آزاد نظم، نثری نظم اور سانیٹ ان سب کو جدید نظم میں شامل کیا جاتا ہے۔ انجم اعظمی اپنے مضمون ''جدید نظم سے کیا مراد ہے؟'' میں لکھتے ہیں:

''جدید بالکل جدید نہیں ہوتا بلکہ ماضی کے سمندر سے اُبھرنے والی
اُس موج کا نام ہے جو ہماری نظروں کو صرف خیرہ ہی نہیں کرتی،
بلکہ ہمیں حال اور مستقبل عطا کرتی اور روایت کی ایک نئی کڑی
دریافت کرتی ہے۔''(۶)

یوں تو ہر کلام موزوں کو نظم کیا جا سکتا ہے لیکن عام اصطلاح میں شاعری سے مراد وہ اصناف اور اسالیب ہیں جن میں کسی خاص موضوع پر ربط و تسلسل کے ساتھ اظہارِ خیال کیا جائے۔ بدلتے حالات کے ساتھ نئے مسائل نے جنم لیا۔ سماجی، سیاسی، تعلیمی اور تہذیبی میدان میں نئی نئی تبدیلیاں آئیں تو نظم کے روایتی اسالیب میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، اس طرح نظم جدید کا آغاز ہوا۔ نظم جدید کے بارے میں ڈاکٹر قمر رئیس، ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

''موضوع یا نفس خیال کے اعتبار سے نظمِ جدید اس نظم کو کہیں گے
جس میں دورِ جدید کی زندگی کے مسائل، خیالات، جذبات اور

احساسات کی ترجمانی کی گئی ہو۔فنی ساخت کے اعتبار سے نظم جدید
وہ ہے جس میں شاعر نے شاعری کی قدیم اصناف کے بندھے ٹکے
ضابطوں کا پابند نہ رہ کر کسی مسلمہ اور ناموس یا نئی اور اچھوتی ہیئت
میں اپنے تجربات اور خیالات کو ربطِ تسلسل کے ساتھ پیش کیا
ہو۔''(۷)

اسی طرح نظم جدید کو فنی ساخت کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ایسی نظمیں جو نفس موضوع کے تعمیری شعور کے اعتبار سے جدید ہیں لیکن ہیئت کے اعتبار سے کسی روایتی صنف یا اسلوبِ نظم کی تقلید کی گئی ہو۔

۲۔ایسی نظمیں جن میں مصرعوں، بندوں اور قوافی کی ترتیب کا ایک نیا اچھوتا اہتمام ہو لیکن ہیئت کے اعتبار سے کلاسیکل اسالیب نظم سے مختلف ہوں۔

۳۔ایسی نظمیں جن میں نظم کے قدیم یا مروجہ ضابطوں کی پابندی نہیں کی گئی۔

آزاد نظم کے بارے میں وزیر آغا رقم طراز ہیں:

''حالی، اکبر اور ان کے معاصرین نے نظم کے افق کو وسیع کر کے
جدید اردو نظم کے لیے راہ تو ہموار کی تھی لیکن دراصل اس کی ابتدا
اقبال سے ہوئی۔اقبال نے نظم کو خارجی زندگی کے بیان کے علاوہ
داخلی زندگی کی عکاسی کے لیے استعمال کیا اور یوں گویا فرد کی داخلی
دنیا کو برانگیختہ کر دیا۔انفرادیت کی طرف اقبال کا یہی رجحان اسے
جدید اردو نظم کا اولین علم بردار قرار دینے کے لیے کافی ہے۔''(۸)

حالی نے قوم کی زبوں حالی کے پیشِ نظر اسلاف کے کارناموں کو بڑی اہمیت دی جب کہ اکبر مغربی تہذیب کی تقلید کے خلاف تھے۔حالی اور اکبر مختلف الخیال ہونے کے باوجود ایک ہی اعلیٰ مقصد کے لیے کوشاں تھے۔اقبال نے ان دونوں کے نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے خود کو قوم کی ترقی کے لیے وقف کر دیا۔ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''معیاری آزاد نظم کا آہنگ بول چال کے آہنگ کے قریب ہوتا
ہے۔مگر اس میں بعض نقاد ذرا مبالغہ کرتے ہیں۔نظم کا آہنگ بول
چال کے کسی مخصوص لہجے کا آہنگ ہونا چاہیے۔''(۹)

نظم جدید کسی موضوع کے بیان مسلسل میں اپنے عہد کا استعارہ بن جاتی ہے۔جدید نظم میں تشبیہ و استعارے کے ساتھ ساتھ علامت کا استعمال بھی ہوتا ہے۔یہ نظم روایتی قیود سے آزاد تھی۔ڈاکٹر سلیم اختر آزاد نظم کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''بے قافیہ وردیف نظم جس میں بحر کے بجائے کسی مخصوص بحر کے ارکان کی پابندی کرتے ہوئے صوتی آہنگ پیدا کیا جائے۔''(۱۰)

جدید نظم کا آغاز وارتقا

جدید شاعری میں اردو نظم بیسویں صدی کے نصف آخر سے باضابطہ طور پر شروع ہوئی۔اس صنف کو رواج عام بخشنے میں سرِ فہرست محمد حسین آزاد تھے۔انھوں نے شاعری کو قدیم فرسودہ روایات سے نکال کر زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا اور اس مقصد کے لیے انجمن پنجاب کو ایک آلہ کار بنایا ۔انھوں نے مختلف جلسوں میں جدید شاعری کے محرکات اور رویے کی وکالت کی۔اس کا باقاعدہ آغاز ۱۸۷۴ء میں ہوا۔۱۸۶۷ء میں انجمن پنجاب کے زیرِ اہتمام ہونے والے جلسے میں محمد حسین آزاد نے قدیم شاعری کی فرسودگی پر روشنی ڈالی اور جدید شاعری کی نوید سنائی۔محمد حسین آزاد کی اس تقریر سے بعض لوگ جدید شاعری کا آغاز ۱۸۶۷ء کو تسلیم کرتے ہیں۔حالانکہ اس کی باقاعدہ ابتدا ۱۸۷۴ء میں ہوئی۔اس سے قبل نظیرا کبرآبادی کی نظموں میں جدید شاعری کی علامات نظر آتی ہیں لیکن شعوری طور پر اس تحریک اور جدت کے لحاظ سے آزاد کا نام جدید اردو شاعری کے لیے بہت اہم ہے۔ پروفیسر عبدالقادر سروری، آزاد کی انھی کوششوں کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آزاد کا رتبہ اردو شاعری میں وہی ہے جو اسکاٹ کا انگریزی شاعری میں ہے۔کسی نئے خیال کے پیدا کرنے والے اور کسی نئی تحریک کے بانی کو دنیا جس وقعت کی نظر سے دیکھ سکتی ہے۔آزاد بھی اس کے پوری طرح مستحق ہیں، انھوں نے ہی قدیم شاعری کی اصطلاح کا سب سے پہلے بیڑا اٹھایا اور انھوں نے ہی جدید تصور کو سینچا۔''(۱۱)

مئی ۱۸۷۴ء میں انجمن پنجاب کی طرف سے ایسے شاعروں کا اہتمام کیا گیا جس میں مصرعوں کی بجائے نظموں کے موضوعات دیے جاتے۔ایسے شاعروں میں بہت سی علمی وادبی شخصیات شریک ہوتیں۔ان شخصیات میں آزاد، حالی، ڈپٹی نذیر احمد اور مولانا ذکاء اللہ خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔حالی نے اپنی مشہور مثنویات ''برکھارت''، ''نشاطِ امید''، ''حب الوطن'' اور ''مناظرہ اور رحم وانصاف'' انھی مشاعروں میں پیش کیں۔اسی دور میں اسماعیل میرٹھی، اکبر الہ آبادی، مولانا شبلی نعمانی، سرور جہاں آبادی، نادر کاکوری، اقبال چکبست، صفی لکھنوی، شوق قدوائی اور ظفر علی خاں وغیرہ نے اپنی کوشش کے ذریعے اس صنف میں ایک نئی روح پھونکی۔

اگرچہ محمد حسین آزاد نے جدید مشاعروں کے ذریعے نظم گوئی کی بنیاد ڈالی لیکن الطاف حسین حالی نے ذوق وشوق سے نظمیں لکھ کر شاعری میں نئے رجحانات داخل کیے۔حالی کی نظمیں، منظر نگاری،

سیرت نگاری، فلسفۂ اخلاق، واقعہ نگاری، فلسفہ قومیت، صداقت شعاری، انسان دوستی، سادگی اور بے ساختگی کے لحاظ سے اچھی شاعری کا ایک نادر نمونہ ہیں۔ جیلانی کامران ان کی مسدس ''مدوجزر'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''حالی کی مسدس جس تہذیبی دور آزمائش کا اعلان کرتی ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب ابھی تک اس دور آزمائش سے گزر رہی ہے۔ مسدس حالی اس لحاظ سے مسلمانوں کے دورِ جدید کی سب سے بڑی نظم ہے کیوں کہ یہ نظم ایک طرف اسلام کو تہذیبی تصور کے طور پر پیش کرتی ہے تو دوسری طرف اسلام کو ایک تہذیب کے نام سے موسوم بھی کرتی ہے۔'' (۱۲)

حالی کی طرح اگرچہ شبلی بھی دردِ دل رکھتے تھے لیکن ان کی شاعری کا اپنا ایک انداز تھا۔ وہ بصیرت یافتہ تاریخ دان ہیں اور سیاسی حالات کے جائزہ نگار بھی۔ انھوں نے تاریخ وسیاسیات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اور مصلحت پسندی کی بجائے جوش وخروش اور جرأت و بے باکی سے تلخ حقائق کو نظموں کے روپ میں پیش کیا۔ پروفیسر ہارون رشید لکھتے ہیں:

> ''شبلی نے اسلامی تاریخ کے بہت سے اہم واقعات کو نظم میں بیان کیا ہے اور ان نظموں کے ذریعے اسلامی احکام وتعلیمات کو دل نشین انداز میں پیش کیا ہے۔'' (۱۳)

نظم نگاری کی اس روایت کو آزاد، حالی، شبلی اور اکبرالہ آبادی نے آگے بڑھایا اور بعد میں چکبست، شرر، جوش اور اقبال وغیرہ نے بامِ عروج تک پہنچایا۔ چکبست کی نظموں کے مخصوص موضوعات نے انھیں نظم نگاری کے میدان میں انفرادی خصوصیت عطا کی ہے۔ اس کے یہاں معاملات حسن وعشق نہ ہونے کے برابر ہیں۔ وہ مشرقی تہذیب وتمدن کے دلدادہ ہیں۔ انھوں نے اپنی نظموں کے ذریعے اہل وطن کو بیدار کرنے کا کام لیا۔

انیسویں صدی کے قومی شعور نے بیسویں صدی میں سیاسی تحریکوں کو جنم دیا۔ اس قومی، وطنی، سیاسی اور اصلاحی رو میں شعرا اردو کا شعور بھی شامل ہے۔ شروع میں جو قومی اور وطنی نظمیں لکھی گئیں ان میں اقبال کے ساتھ پنڈت برج نرائن چکبست کا نام بھی شامل ہے۔ اقبال کی پہلی نظم ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' دوسری ''کوہ ہمالیہ اور نیا شوالہ'' قابلِ ذکر ہیں۔

نظم جدید موجودہ دور کے شاعر کا اہم کارنامہ ہے جس کے ذریعے وہ اپنی تہذیبی اقدار کو اپنے فن کے اظہار کے لیے استعمال کرتا ہے۔ جدید نظم وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہماری جدید نسل سماجی شعور سے اچھی طرح باخبر ہے۔ امید ہے کہ نسل نو کے شعرا اس صنف کو بامِ عروج تک پہنچائیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ صفی مرتضیٰ، سید، اصنافِ ادب کا ارتقا، دہلی: کتب خانہ انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۱ئ، ص: ۳۴

۲۔ عقیل احمد صدیقی، جدید اردو نظم: نظریہ عمل، لاہور: حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۴ئ، ص: ۲۶

۳۔ احمد صفیر صدیقی، مضمون مشمولہ: ارتکاز، سہ ماہی، جلد نمبر ۳، اپریل جون ۲۰۰۲ئ، ص: ۴۴

۴۔ ریاض احمد، ریاضتیں، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ئ، ص: ۳۴

۵۔ ریاض احمد، دریاب، لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ئ، ص: ۳۴

۶۔ انجم اعظمی، جدید نظم سے کیا مراد ہے؟ مشمولہ: اردو شاعری کا فنی ارتقا، مرتب: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ئ، ص: ۱۶۸

۷۔ قمر رئیس، ڈاکٹر، خلیق انجم، ڈاکٹر، اصنافِ ادب اردو، علی گڑھ: سرسید بک ڈپو، ۱۹۷۵ئ، ص: ۸۰

۸۔ وزیر آغا، اردو شاعری کا مزاج، نئی دہلی: سیمانت پرکاش دریا گنج، ۱۹۹۱ئ، ص: ۳۴۹

۹۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، اردو ادب کی ایک صدی، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ئ، ص: ۲۰۰

۱۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تنقیدی اصطلاحات، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ئ، ص: ۱۸

۱۱۔ عبدالقادر سروری، پروفیسر، جدید اردو شاعری، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۶ئ، ص: ۱۰۲

۱۲۔ جیلانی کامران، تنقید کا نیا پس منظر، لاہور: مکتبہ ادب جدید، ۱۹۶۴ئ، ص: ۹۵

۱۳۔ ہارون رشید، پروفیسر، اردو ادب اور اسلام، حصہ نظم، جلد اول، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۶۸ئ، ص: ۸۲

☆......☆......☆